الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہادر قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

نمبر ۱۱ | ۲۴ - مارچ سنہ ۱۹۰۲ مطابق ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۹ ہجری یوم دوشنبہ | جلد ۶

فہرست مضامین

سلسلہ عالیہ کے متعلق

حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے اہل بیت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ تندرست ہین حضرت اقدس عصر کے نئے عربی رسالے اور عصمت انبیاء والے مضمون کو ختم کر چکے ہین اس لئے اب ظہر اور عصر کی نمازین جمع نہیں کی جاتی ہین +

حضرت مولویصاحبان بھی بفضل تعالےٰ بخیریت ہین ۔ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کی کتاب آیات الرحمٰن طبع ہونی شروع ہو گئی +

اردو میگزین کا پہلا نمبر شائع ہو گیا اور دوسرا پریس مین چلا گیا ۔ جو لوگ انگریزی میگزین سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے یعنی انگریزی نہیں جانتے انکو اردو میگزین سے فائدہ اٹھانا [illegible]

بیعت کرنے والے احباب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ چونکہ انکے نام ہفتہ وار الحکم مین شائع ہوتے رہتے ہین اور بسا اوقات ایڈیٹر کے پاس غلط اطلاع کیوجہ سے اندراج مین غلطی کا احتمال ہوتا ہے اس سئے آیندہ سب بزرگ یاد رکھیں کہ بیعت کرنیوالے صاحب حسب ذیل نقشہ کیموافق اپنے بیعت کے خطوط ایڈیٹر الحکم کے پاس بھیجا کرین جو ایک باقاعدہ مرتب رجسٹر مین انکو درج کر کے الحکم مین شائع کر دیا کرے گا ۔

بیعت کرنیوالے کا نام ۔ باپ کا نام ۔ سکونت ضلع ڈاکخانہ

ذیل مین ہم اپنے عزیز بھائی ایڈیٹر اٹاوہ پنچ کی چٹھی انکی خواہش کیموافق درج کرتے ہین اگرچہ ہم اس ضرورت مین انکے ساتھ نہین کہ شحنہ کی گالیون کے جواب مین کوئی ضمیمہ الگ شائع کرین ان لوگون کی مخالفت حد تہذیب و انسانیت سے نکل چکی ہے اور وہ قابل خطاب نہین رہے ۔

جماعت احمدی کیخدمت ایڈیٹر اٹاوہ پنچ اٹاوہ کا نیاز نامہ

برادران ۔ السلام علیکم ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ سے مین نے ایک اخبار اٹاوہ پنچ نام اٹاوہ سے شائع کرنا شروع کیا ہے اس اخبار کے اجراء سے دراصل حضرۃ اقدس مسیح موعود کے مشن کی اشاعت مقصود ہے اخبار کو ۔۔۔

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کی ابتدا

جو
۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی سلمہ ربہ نے پڑھا اور ایڈیٹر الحکم نے ناظرین الحکم کے لیے اپنے الفاظ مین لکھا (ایڈیٹر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

ہم اس دنیا مین یہ قاعدہ دیکھتے ہین کہ اگر کوئی شخص قصیدہ لکھنا چاہے یا غزل لکھنے کا ارادہ کرے یا کسی قسم کے مضمون پر طبع آزمائی کرے تو اس کی بڑی کوشش اور سعی اس امر پر ہوتی ہے کہ اگر غزل ہے یا قصیدہ ہے تو اسکا مطلع ایسے عجیب لذیذ اور فصیح طرز اور نہج پر ہو کہ سننے والے کے دلکو اپنی طرف کھینچ لے اور پورا موثر ثابت ہو۔

اسی طرح پر اگر وہ کوئی اسپیچ لکھنا چاہتا ہے تو وہ ابتدائے مضمون مین ساری کوشش اور توجہ اس ایک بات پر صرف کرتا ہے کہ مضمون مین خاص قسم کی ندرت۔ زور۔ فصاحت و بلاغت۔ طرز بیان پیدا ہو۔ جو سامعین کے لیے دلپذیر ہو۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا اور وہ جو اہل قلم ہین اسکو خوب سمجھتے ہین۔ مین دنیا کی ساری کتابون کو چھوڑ کر صرف مذہبی کتابون پر جو مقدس سمجھی جاتی ہین نظر کرونگا کیونکہ میرے مضمون کا موضوع یہی ہے۔ ہر ایک مذہب کی کتاب اسوقت ہمارے سامنے ہے بجز بعض کے جو بدقسمتی سے مر چکی ہین (مثلاً وید جو مردار کی طرح سالہائے دراز سے خاموش اور گنگ بلکہ یون کہو کہ قریباً مفقود اور معدوم ہے اور جس کی زبان پر بھی فنا طاری ہو چکی ہے جیسا کہ محققون نے تسلیم کر لیا ہے کہ سنسکرت ایک مردہ زبان ہے) ساری مذہبی کتابین مل سکتی ہین۔ لیکن ان مذہبی کتابون پر قرآن شریف کے سوا باقیون کی زبان پر بھی موت کی بلا نازل ہو چکی ہے اور ان بولیون پر بھی وید والی بجلی زمانے نے گرائی ہے مثلاً توریت اور انجیل۔ اول الذکر کی بولی اب بولی نہین جاتی اور آخرالذکر کی اصل زبان کا ہی پتہ نہین ملتا کہ وہ کس بولی مین تھی۔ عیسائیون مین اس مضمون پر بڑی بڑی طبع آزمائیان اور مباحثے ہوئے ہین کہ انجیل کی اصل زبان کیا تھی؟ یہ مناظرے اور مباحثے یہانتک ہی محدود نہین رہے بلکہ فرقہ بندیان ہو چکی ہین اور اب تک بھی محقق مصنفون کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ انجیل کا اصل عبرانی نسخہ کہین پایا نہین جاتا۔ یہ ترجمے در ترجمے جو پھیلائے گئے ہین یہ ایک یونانی نسخے سے لئے گئے ہین۔ حالانکہ خود مسیح کی مادری زبان عبرانی تھی۔ اور انجیل مین انکے آخری الفاظ ایلی ایلی لما سبقتانی اب تک بھی انجیل کی وقعت کو کم کرنے کے لئے موجود ہین۔ غرض جہان ایک طرف ان کتابون کی زبان پر موت آ چکی ہے۔ اور انجیل کے اصلی نسخہ کو عدم کی دیمک نے چاٹ لیا ہے وہان دوسری طرف قرآن مجید خدا کی زندہ جاوید کتاب اپنی اصلی زبان مین ابدالآباد کے لیے زندہ رہے گی اور زندہ موجود ہے۔

میرا مقصد اسوقت یہ نہین ہے کہ مین ان مذہبی کتابون کی زبان پر بحث کرون۔ بلکہ میری غرض صرف یہ ہے کہ اس خطبہ مین جو نہایت ہی مختصر ہونا چاہیئے ان خوبیون اور برکات کا مختصر سا مقابلہ کرون جو قرآن کریم کے ابتدا مین بمقابل دوسری کتابون کی ابتدا کے پائی جاتی ہین یہ کتابین کل کی کل ترجمون کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے موجود ہین اور ہر ایک شخص انکو دیکھ سکتا ہے (پس ہر ایک کا جو اس لطیف مضمون سے حظ اٹھانا چاہتا ہے) فرض ہے کہ وہ ان کتابون کی ابتدا پڑھے اور پھر قرآن کریم کی ابتدا اور آغاز سے مقابلہ کرے۔ اسوقت اسے معلوم ہوگا کہ قرآن کریم کی ابتدا کسقدر عجیب معارف اور حقائق سے بھرا ہوا ہے۔ میرے دل مین بارہا یہ خیال آیا ہے اور مین نے مدتون اسپر غور اور فکر کی ہے تب مین اس نتیجہ پر پہونچا ہون کہ یہ کسقدر ضروری امر تھا کہ قرآن شریف جو خاتم الکتب مبارک۔ حکیم اور زندہ کتاب ہے۔ اس کا آغاز عظیم الشان جلالت اور عظمت اپنے اندر رکھنے والا ہونا چاہیئے اور خدا تعالے کا شکر ہے اور ہمین اور صرف ہمین یعنے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو یہ فخر اور ناز ہے کہ قرآن کریم کی عظمت و بزرگی کا اظہار اور ثبوت اس جدید پیرایہ مین صرف یہی ایک سلسلہ کر سکتا ہے چنانچہ اس اصول کو قایم کر کے مین نے اپنی طاقت اور سمجھ کے مطابق اسپر بہت غور کی اور جہانتک خدا تعالے نے سمجھایا۔ یہی معلوم ہوا۔ کہ اس زندہ کتاب کا آغاز اور مطلع یہی ہونا چاہیے تھا۔ جو اس وقت مین نے پڑھا یعنے الحمد للہ رب العالمین۔

اب غور کرو کہ اس پاک ابتدا مین کسقدر حقایق و معارف بھرے ہوئے ہین جون جون انسان انپر غور کرتا ہے اسیقدر اس کتاب کی جلالت شان پر

پڑھتا ہے۔ اس الحمد للہ مین اس کتاب کی شان کے موافق جس مین اولین اور آخرین کے عجائبات شامل ہین ہزارہا معارف حقہ ایسے ہین۔ جو اللہ تعالےٰ ہر زمانہ مین اور ہر سعید و پاکیزہ فطرت انسان پر کھولتا ہے الحمد للہ سے قرآن شریف کا آغاز صاف بتاتا ہے کہ خدا کی ذات انسان سے کیا چاہتی ہے یا یون کہو کہ الوہیت عبودیت سے جو کچھ چاہتی اور تقاضا کرتی ہے اسکو الحمد للہ کے لفظ نے ادا کیا ہے اور ساتھ ہی الحمد للہ کا لفظ اس غائت کو ظاہر کرتا ہے جو عبودیت کی واقعی اور آخری کمال ہے الوہیت اور عبودیت مین جو تعلق اور رشتہ ہے اسپر غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ مین آجاتی ہے عبودیت کا سچا تقاضا یہ ہے کہ وہ الوہیت کے جلال۔ عظمت اور جبروت کو ظاہر کرے اور قضا و قدر کے ساتھ پوری مصالحت اور مسالمت ہو۔ چونکہ اس عالم مین مختلف صفات اللہ نے تقاضا کیا ہے کہ آلام اور رنج و محن کے حوادث بھی ہوتے رہین اور انسان کی ذات پر مختلف قسم کی گردشین آتی رہین اور ساتھ ہی بشری کمزوریان لازماً چاہتی ہین کہ قویٰ مین انقلاب ہو اس لیئے یہ مشکل تھا کہ رضا بالقضا کی تعلیم ایسے ذوق اور سرور کے رنگ مین ہو کہ باوجود ان صفتون اور کمزوریون کے پھر بھی شرح الصدر ہو کر خدا تعالےٰ سے مصالحت کرلے اور اسکا طریق بجز اسکے کہین نہین پایا جاتا جو الحمد للہ مین بیان ہوا ہے ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی موذی شے سامنے آتی ہے تو اس کو دیکھتے ہی طبعاً دل مین ایک کراہت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور کسی آرام دہ شے کے سامنے آجانے اور وصال سے وہی کراہت اور نفرت دور بھاگتی ہے اور اسکی جگہ طبیعت مین ایک سرور اور لذت آنے لگتی ہے۔ اب ایسی حالت مین جبکہ انسان ان راحتون اور آسایشون سے متمتع ہو اس صورت مین غور کرنا چاہیئے کہ وہ کیا جملہ اور فقرہ ہونا چاہیئے جس سے انسان اپنے قلب کی حالت اور اس تعلق کو جو اسوقت اللہ تعالےٰ سے (جو منعم حقیقی ہے) ہونا چاہیئے ظاہر کرے یقیناً سمجھو کہ الحمد للہ سے بڑھ کر کوئی اور جملہ بہتر ہو سکتا ہی نہین۔ جو لوگ قویٰ کی فطرت اور فلاسفی سے آگاہ ہین اور علم القویٰ پر جنہون نے غور کی ہے وہ ان طبعی تقاضون اور جوشون پر غور کرکے جو ایسی حالت مین عبودیت کا تعلق الوہیت سے ہونا چاہیئے کہہ سکتے ہین کہ بجز الحمد للہ کے اور کوئی صورت اسکے اظہار ہی کی ممکن نہین بھلا آرام اور انعام کی صورت مین تو یہ جملہ لانظیر ہی سہی لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ آلام اور مصائب کے رنگ مین یہ منتہائے فطرت انسانی کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ سوال ایک حد تک موزون اور مناسب ہے مگر اس کے جواب پر غور کرنے سے الحمد للہ کی خوبی اور اس کتاب مجید کی عظمت کا اور بھی اعتراف کرنا پڑیگا۔

یہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسانی فطرت ایسی بنائی ہے کہ آسمان سے ایلام آوین لیکن مین پوچھتا ہون کہ کیا باری تعالےٰ اسکو پسند کرتا ہے کہ اس سے لوگ ایسی طرح بھاگین جیسے ایک شخص شیر سے اسکو مضر سمجھ کر بھاگتا ہے؟ اور کیا اس سے بھی اسی طرح بھاگنا چاہیئے؟ نہین ہرگز نہین۔ ایسے واقعات بے شک ہوتے ہین کہ کبھی ہونہار نوجوان بیٹے پر موت آتی ہے کبھی مال یا جان یا آبرو پر کوئی آفت آتی۔ اور زراعتون اور پھلون کو بسا اوقات تلف کر دیتا اور مصیبت پر مصیبت آتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ درندون اور دوسری ایذا رسان چیزون سے انسان بھاگے اور نفرت کرے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے جب یہ مصائب اور شداید پیدا ہون تو خدا سے بجائے نفرت کرنے کے رغبت کرے اور اس سے خوف کی بجائے محبت کرے؟ اور جسقدر مار پڑے اسیقدر ایک معصوم بچے کی طرح جس مین خرارت نہین ہوتی ماں کیطرف دوڑے اور لپکے مین سچ سچ کہتا ہون کہ الوہیت عبودیت سے نہ صرف یہی چاہتی ہے بلکہ عبودیت کی فطرت اور بناوٹ مین یہی بات موجود ہے کہ وہ الوہیت کے حضور اپنی ایسی ہی حالت پیش کرے خدا تعالیٰ کی ذات اسکے صفات اور اسمار اور افعال یہی چاہتے ہین کہ مقادیر الٰہی کے ساتھ انسان کی پوری رضامندی اور آشتی ہو اور پوری موافقت ہو یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس سچے ملت اور طریق کا نام جو عبودیت کی فطرت اور بناوٹ کے منتہا اور منشار کو سچے معنون مین ظاہر کرتا ہے اسلام رکھا اور فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام۔

اسلام کیا ہے؟ خدا تعالےٰ کی مقادیر کے ساتھ پوری اور سچی صلح اور آشتی کر لینا اسکے حضور سر تسلیم کہہ دینا مین نے ابھی بتایا ہے کہ انسان مضر اشیاء سے بھاگتا ہے لیکن الوہیت یہ چاہتی ہے کہ اس کے جلال اور جبروت کا خوف بھی عبودیت پر وارد ہو اور عبودیت الوہیت سے تنفر اور بھاگنے والی نہو یہی سر ہے۔ جو قرآن شریف الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے کیونکہ الحمد للہ کا جملہ حسن کامل کی لانظیر تصویر ہے جس کو دیکھکر ہی صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ جلال

اور جبروت والی ہستی عبودیت پر لرزہ ڈالنے والا خوف تو ضرور پیدا کرتی ہے مگر اس خوف کی تہ مین وہ انعام و اکرام ہین جنکو لیکر انسان بے اختیار ہو کر الحمد للہ کہہ اٹھتا ہے۔

یہ ایک باریک سِر ہے اور ہر شخص اس بھید اور راز پر بے نہین لے جا سکتا جو معرفت کے دقایق مین سے ہے اور بجز عارف کے اس کا سمجھنا کسی قدر مشکل ہے کہ کس طرح پر خدا تعالٰے کے خوف ہی مین سے **وہ بات پیدا ہوتی ہے - جو دل کو ایک مقناطیسی جذب سے الوہیت کی طرف لیجاتی ہے۔**

اگر خطبہ بہت طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو مین انشاء اللہ تعالی اپنے دوستون کو وہ عجیب عجیب باتین اس الحمد للہ کے متعلق سناتا جو خدا تعالٰے نے محض اپنے فضل اور حضرت مسیح موعود کے طفیل سے مجھے سمجھائی ہین۔

غرض جیسے عبودیت کا تقاضا ہے کہ اس پر مختلف قسم کے آلام اور مصائب و شدائد آئین اور الوہیت کی شان اور جبروت بھی اسے چاہتی ہے اور ساتھ ہی تقاضا کرتی ہے کہ انسان آلام و مصائب پر بھی الوہیت سے دور نہ بھاگے بلکہ اس معصوم بچے کی طرح جو مار کھا کر اور بھی اضطراب اور بیقراری کے ساتھ مان کی طرف دوڑتا ہے اس کی طرف آئے اور الحمد للہ ہی پکارے اب مین تم سے پوچھتا ہون کہ بتاؤ وہ انسان کس قسم کا عظیم الشان قلب رکھتا ہے - جو ہر مصیبت اور بلا کے نزول پر بھی الحمد للہ کہتا ہے؟ (باقی آئندہ)

دار الامان مین عید اضحیٰ

اجتماع احباب کی ممانعت کا اعلان چونکہ پنجاب کے اکثر اضلاع اور مقامات مین اس سال مسیح موعود کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لیے طاعون بشدت پھیل گیا ہے اسلیئے حضرت مسیح موعود نے اتباع سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اور طبی اصول کو مدنظر رکھکر یہ اعلان شایع کر دیا تھا کہ متاثر مقامات کے احباب اس موقع پر قادیان آنیکا عزم نہ کرین اس اعلان کی وجہ سے عید اضحیٰ کا معمولی اور مقرر جلسہ گویا ملتوی قرار دیا گیا تھا - اسلیئے اس موقع پر صرف چند شہرون کے دوست جمع ہو سکے تھے - چنانچہ ضلع گوجرانوالہ لاہور - کپورتھلہ - اور بعض دیگر مقامات اور دیہات کے احباب اس تقریب پر موجود تھے۔

نماز عید اضحیٰ اور خطبہ جمعہ کے روز نو بجے کے قریب مسجد اقصیٰ مین عید کی نماز کے لیئے احباب کا مجمع ہو گیا اور قریبًا پانچسو سے زیادہ آدمی نماز مین شریک ہوئے نماز مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے پڑھائی اور خطبہ بھی پڑھا - مولوی صاحب نے خطبہ کے لیے سورۃ الحج کی چند آئیتین جن مین قربانی کا ذکر ہے پڑھین اور نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ قربانی کی علت غائی پر بحث فرمائی ہم اس خطبہ . . . کو دوسرے مقام پر درج کرتے ہین۔

جمعہ کی نماز اپنے وقت پر جمعہ کی نماز ادا کی گئی اور حسب معمول حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھائی آج کا خطبہ بالکل غیر متوقع اور اچھوتے مضمون پر تھا - خطبہ کا مضمون قرآن کریم کے قصص کی فلاسفی تھا۔

یہ مضمون بہت نازک مگر ایک ضروری مضمون ہے جس پر ناعاقبت اندیش آریون اور مردہ پرست نصرانیون نے اپنے اپنے رنگ اور طرز پر اعتراض کئے ہین * خطبہ کا وقت چونکہ بالکل محدود اور تنگ وقت ہوتا ہے اس لیے . . اس مضمون کے تمام پہلوؤن پر مولوی صاحب موصوف کے لیے ممکن نہ تھا تاہم جس عظیم الشان پہلو پر مولانا موصوف نے بحث کی ہے وہ لاریب روح القدس کی تفہیم اور القا کا نتیجہ ہے جیسا کہ ہمارے ناظرین اپنے وقت اور محل پر جب اسکو پڑھینگے تو انہین معلوم ہو جائیگا اگرچہ وہ مضمون جو ہم درج کرین گے - اصل خطبہ کا صرف ری پیر و ڈکشن ہی ہوگا تاہم پڑھنے والون کو مضمون کی عظمت اور خوبی کا پتہ لگ جاویگا - حضرت مولانا موصوف نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ خدا تعالٰے توفیق دے تو کسی وقت اس مضمون کے نازک اور مختلف پہلوؤن پر کوئی تحریر شایع کرین اسلیئے ہم دعا کرتے ہین کہ خدا تعالٰے مولوی صاحب موصوف کی روح القدس سے مدد فرماوے تا وہ حقایق اور معارف کی بھوکی پیاسی قوم کے سامنے اس لذیذ آسمانی مایدہ پیش کرنے کے جلد قابل ہو سکین *

عسل مصفیٰ *

مولفہ جناب میرزا خدا بخش صاحب ابو العطا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعاوی کی تصدیق و تائید مین اور معترضینکے اعتراضات کے دندان شکن عقلی و نقلی جوابات کی جامع اور مبسوط ۸۴۴ صفحہ کی کتاب قادیان مین قاضی ضیاء الدین صاحب اور مالیر کوٹلہ مین مولوی حکیم محمد زمان صاحب سے بقیمت عہ علاوہ محصول ڈاک ملتی ہے ...

[illegible]

خطبہ عید اضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد ہفت بار تکبیر پڑھی - الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - و لکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم اللہ من بہیمۃ الانعام آخر رکوع تک پڑھا جس کی آیات بحاً بحاً ترجمہ تفسیری مین آتی ہین بعد اوسکے ترجمہ تفسیری شروع کیا اور کہا کہ یہ آیات جو پڑھی گیئین سورہ حج کی ہین اس سورہ کا نام سورہ حج اسواسطے رکھا گیا ہے کہ اس مین فرضیت حج کی بیان کی گئی ہے اور اسکے ارکان اور منافع اور تعظیم شعائر اللہ کے اور اسرار اوسکے اور نیز قربانی وغیرہ کے احکام بیان ہوئے ہین لفظ قربان کا اصل مادہ قرب ہے جو بمعنی نزدیکی کے ہے چونکہ یہ قربانیان جو آج کے روز یوم النحر مین اور نیز ایام التشریق مین کیجاتی ہین موجب قرب الٰہی کے ہین لہذا ان اضاحی کا نام قربانی رکھا گیا ہے اور اس مہینے کا نام ذی الحجہ ہے جو سال قمری کا آخری مہینہ ہے اس ماہ ذی الحجہ کو ہمارے مسیح موعود کے زمانہ سے نہایت درجہ کی مشابہت ہے کیونکہ جیساکہ یہ مسیح موعود اور مہدی معہود امام آخر الزمان ہے اسیطرح یہ مہینا ذی الحجہ کا بھی آخر الشہور ہے اور آیندہ ماہ سے جو محرم کا مہینا ہوگا پھر سال جدید شروع ہوگا اور اس ماہ ذی الحجہ کے ختم سے سال بھی ختم ہو جاویگا - اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام آخر الزمان کو یہ الہام بھی ہوا ہے کہ **یاتونک من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق** یہ الہام مخالف اور موافق سب پر ایک بڑی حجت ہے - مخالف پر اس واسطے حجت ہے کہ ۲۲ یا ۲۳ برس سے یہ الہام براہین مین چھپا ہوا موجود ہے اور اسوقت کا یہ الہام ہے کہ کوئی شخص قریب جگہ سے یا کسی دیہہ نزدیک سے بھی حضرت اقدس کے پاس نہ آتا تھا - اور نہ کوئی قادیان کو جانتا تھا اب دیکھو کسقدر صدہا اہل اسلام مخلصین اس جامع مسجد مین دور دور سے آئے ہوئے بیٹھے ہوئے ہین - اور ہمیشہ آتے رہتے ہین جسقدر یہ اہل اسلام تعداد مین ہون ہمارے امام کے منجانب اللہ ہونیکے بیّن نشانات بیّنہ ہین اور کس زور شور سے یہ الہام ۲۲ یا ۲۳ برس کا پورے طور پر واقع ہو رہا ہے پھر مخالف اسکا کیا جواب دے سکتا ہے دیکھو حج کی نسبت بھی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ **اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق** - پس جو مین نے سابق مین اس مسیح موعود کے زمانہ کی مشابہت ساتھ ماہ ذالحجہ کے بیان کی ہے اگر وہ مشابہت واقع مین نہین تھی تو پھر حضرت امام انام کو یہ الہام یاتونک من کل فج عمیق کیون ہوا اور پھر کیون پورا واقع ہو رہا ہے اور موافقین بھی اسپر غور کرین کہ یہ الہام حضرت اقدس کا کیا کیا اسرار اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اسی سورہ حج مین سب سے اول وہ آیت نازل ہوئی ہے جس مین دشمنان اسلام کے حملون کے ذب و دفع کے واسطے حکم الٰہی صادر ہوا ہے کیونکہ ۱۲ یا ۱۳ برس تک دشمنان اسلام بانی اسلام اور اہل اسلام کو انواع انواع کی تکالیف پہونچاتے رہے بہت سے اہل اسلام کو ناحق قتل کرتے رہے ان مصائب کا کہانتک بیان کیا جاوے جو ابتدائے اسلام مین مشرکین اور کفار کی طرف سے اہل اسلام کو پہونچین - بالآخر جبکہ ظلم ظالمون کا انتہی درجہ کو پہونچ گیا - تب غیرت الٰہی جوش مین آئی اور اذن انتقام کا صادر ہوا کما قال اللہ تعالےٰ فی ہذہ السورۃ **اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا و ان اللہ علے نصرہم لقدیر** چونکہ اس انتقام لینے مین بھی صدہا نفوس اہل اسلام کی قربانیان واقع ہونے والی ہین اور اصل قربانی بھی یہی تھی لہذا اللہ تعالےٰ نے اس راز تک پہونچنے کے لیئے ظاہری قربانیونکا حکم بھی اسی سورت مین نازل فرمایا ہے لہذا ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک امت کے واسطے جو موحد ہے اور کتب آسمانی پر ایمان رکھتے ہین قربانی مقرر کی ہے لفظ مَنسَک فتح اور کسر عین کلمہ کے ساتھ پڑہا گیا ہے بصورت فتح کے مصدر میمی ہے اور درصورت کسر کے صیغہ ظرف کا ہوگا جسکے معنی ہین جگہ قربانی کی - یہ قربانیان کیون مقرر کی ہین اسواسطے کہ وقت قربانی کے اللہ تعالےٰ کے نام کا ذکر کرین ان چوپائے مویشیون پر جو اللہ تعالےٰ نے انکو عطا فرمائے ہین بہیمۃ الانعام مین سے یہانپر لفظ بہیمہ اسلیئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ چوپائیون مین عقل اور تمیز نہین ہوتی اور بول بھی نہین سکتے اصلی معنی مین اسکے اشتباہ اور ابہام

ماخوذ ہے لہذا بہیمۃ الانعام فرمایا گیا کیونکہ چوپایون مین نیک اور بد کی تمیز ہی نہین ہوتی جدھر کو چاہتے ہین چلے جاتے ہین چاہے کیسا ہی راستہ کسی کے کھیت کیطرف کو جاتا ہو اور سوائے کھانے پینے کے اور کوئی دوسرا عزم وقصد ان کا نہین ہوتا ہے یہی حال انسان کے نفس امارہ کا ہے کہ مانند بہائم کے اوسکو بھی نیک وبد کی کچھ تمیز نہین ہے اور سوا اکل وشرب اور استعمال قوار شہوانی کے جائز وناجائز امور مین اور کسی طرح کا اونکو فکر نہین ہوتا ہے اور پھر باوجود اسکے قلوب انسانی کا تعلق اُنکے ساتھ از حد ہے جیساکہ بہیمۃ الانعام کے ساتھ بھی انسانونکو از حد محبت ہے پس جس طرح پر تعلیم اسلام مین قربانی بہیمۃ الانعام کی مسنون اور واجب کی گئی ہے۔ اُسیطرح پر نفس امارہ کی قربانی کرنی بھی ضروری ہے اور اس کی قربانی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر اور نواہی کے روبرو مانند بہیمۃ الانعام کے اسکو فرمانبردار کیا جاوے اور بہیمیۃ کی شہ رگ کو کاٹکر مثل ذبیحہ کے اسکو تابع احکام مالک حقیقی کا کردیا جاوے یہانتک کہ کوئی رگ بہیمیۃ کی اوسمین باقی نہ رہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے اوامر ہین اوسکو پورے طور پر بجا لاوے اور جسقدر نواہی ہین اُنسے بالکل اجتناب اور پرہیز کرے اور چونکہ جسقدر احکام ظاہری قرآن مجید اور اسلام مین وارد ہوئے ہین ان کا ایک بطن اور ستر ضروری ہوتا ہے۔ جیساکہ حدیث مین آیا ہے لکل آیۃ منہا ظہر وبطن بنابرین اس حکم قربانی کا سر اور بطن یہی ہے کہ انسان اپنے نفس امارہ کی اماریت کو ذبح کرکر مطیع اوامر الٰہیہ کا کردیوے اور مجتنب نواہی الٰہیہ سے ہوجاوے بغیر کرنے

اس قربانی اصلی کے قربانی ظاہری بھی نہین ہوسکتی اور اگر ہو تو کچھ وقعت نہین رکھتے چنانچہ اسی رکوع مین فرمایا گیا ہے کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماء ہا ولکن ینالہ التقوی منکم

اور جیساکہ قربانی ظاہری پر تکبیر کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے نام کا ذکر کرنا واجب ہے اسی طرح پر اللہ تعالےٰ کی کبریائی اور اوسکا جبروت اور اسکی صفات اور افعال کی عظمت بوقت ذبح کرنے نفس امارہ کے نہایت ضروری ہے تاکہ تزکیہ نفس کا بخوبی حاصل ہو اور اللہ تعالےٰ کیطرف سے ایک دوسرا نفس بحیات ابدی اوسکو عطا فرمایا جاوے جسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جب یہہ مرتبہ اوسکو حاصل ہوتا ہے تب اللہ تعالےٰ کی توحید اسکے رگ وپے مین بیٹھ جاتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ فالہکم الہ واحد یعنے پس معبود تمہارا ایک معبود ہے اس جملہ کو جو حرف فا کے ساتھ لایا گیا اس مین یہی سر ہے کہ بعد اس مرتبہ فنا کے تمکو مرتبہ توحید کا عطا ہوسکتا ہے اور یہی قربانی جو تمام قربانیون کا اصل الاصول ہے نہایت دشوار اور مشکل ہے جیساکہ کسی شاعر نے کہا ہے

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ واژدہا وشیر نر مارا تو کیا مارا

اس زمانہ مین پورے طور پر اس قربانی کا جو کرنے والا ہے صرف وہ ایک ہی شخص ہے وہ کون ہے مجدد اس صدی کا مسیح موعود اس قرن کا امام آخر الزمان اور مہدی معہود اس زمانہ کا۔ اصل اس قربانی کی انتہا کمال کے ساتھ تو حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ السلام سے شروع ہوئی اور آنحضرت خاتم النبیین صلعم پر نقطۂ انتہائی پر پہونچکر اس شخص کو وراثت

مین ملی۔ جو مصداق ہے یواطی اسمہ اسمی کا یعنے الیس اللہ بکاف عبدہ مرزا غلام احمد مسیح وقت ومہدی ہم مجدد برسر اینصد اپنے اموال کو اپنے اوقات کو اپنے اوقاف کو اپنی زندگی کو اور جو چیز کہ اوسکے پاس ہے سب کو اسلام کی تائید مین قربان کر رہا ہے اور تمام دنیا مین جو شرک پھیلا ہوا تھا حتی کہ نام کے موحدین اسلام نے بھی حضرت عیسےٰ کو صفات مختص الوہیت مین شریک کر رکھا تھا مثلاً الآن کما کان اور لایزول ولایحول وغیرہ وغیرہ مین ایک اسکے بندہ کو شریک باری تعالیٰ جانتے تھے اس شرک کا دفع اسی کے حصہ مین ازل سے رکھا ہوا تھا اسکے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ اللہ کی آواز تمام دنیا مین پہونچ رہی ہے اور نظارہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا مشاہدہ ہونا شروع ہوگیا ہے والحمد للہ اسی قربانی کے کرنے کی وجہ سے اس کو یہ الہام ہوا کہ یاتونک من کل فج عمیق اور کیون نہوتا وہ تو مصداق ہے۔ مضمون ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس فنا سے مرتبہ بقا باللہ کا حاصل ہوتا ہی تب ہی تو ایسے نفوس قدسیہ کو بھی یہی حکم ہے کہ فلہ اسلموا یعنی ہمیشہ اس فرمانبرداری پر قائم رہو تاکہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے اسکے عوض مین بشارات ملتی رہین لہذا فرمایا گیا کہ وبشر المخبتین یعنے ایسے نفوس قدسیہ کو جو مطمئن باللہ ہین اللہ تعالےٰ کیطرف سے بشارات دیدو کیونکہ ان کا یہ حال ہے الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم یعنے باوجود حصول ان بشارات اور اطمینان کے جب اللہ تعالےٰ کا ذکر ان کے روبرو ہوتا ہے

تو ان کے دل ترسان اور خایف ہوجاتے ہین اور اللہ تعالے کے راہ مین جس قدر مصائب اُن پر وارد ہوتے ہین وہ اسکی کچھ بھی پروا نہین کرتے بلکہ الصابرین علیٰ ما اصابہم کے مقام پر باستقلال قایم رہتے ہین اور اس صبر مین ان کو ایسی مشق اور تمرین ہوگئی ہے کہ نمازون اور دعاؤن مین ہمیشہ لگے لپٹے رہتے ہین کہ والمقیمی الصلواۃ اور معبود حقیقی کی عبادت مین انکو وہ مرتبہ عبودیت کا حاصل ہے کہ ماسوا اللہ کی محبت سے بالکل علیحدہ ہوگئے ہین حتیٰ کہ مال کی محبت سے جو بالطبع مامیل الیہ الطبع تھی اپنا قطع تعلق کرلیا ہے کہ مما رزقنا ہم ینفقون واضح ہو کہ جس جگہ پر قرآن مجید اللہ تبارک و تعالے نے نماز کی تاکید فرمائی ہے یا نماز پڑھنے والون کی ثنا اور مدح کی ہے اس جگہ پر لفظ اقامت اور اسکے مشتقات سے وہ مدح بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ بیان پر بھی والمقیمی الصلوۃ ارشاد فرمایا گیا یعنی اپنی نمازون اور دعاؤن کو نہایت استقامت اور درستی کے ساتھ ادا کرتے ہین اور جسقدر واجبات اور فرایض بلکہ سنن اور مستحبات ہین ان سب کو بجالاتے ہین خشوع کے ساتھ اور تعدیل ارکان یعنے قومہ و جلسہ و رکوع و سجود کو خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہین نہ یہ کہ سجدہ وغیرہ ایسا کرین جیسا کہ مرغی ٹھونگے مارتی ہے کیونکہ ایسی نماز پڑھنے والونکے لیے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ

فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون بس اقامت نماز اس مین ہے کہ اپنے اپنے اوقات منجوہ متعینہ مین تعدیل ارکان کے ساتھ بخشوع و خضوع ادا کیجاوے اور ہر ایک انفاق مال مین صرف ابتغاء وجہ اللہ مرکوز نظر رہی جیسا کہ حضرت امام آخر الزمان اسبارہ مین ہمیشہ اپنی جماعت کو تاکید شدید فرماتے رہتے ہین اور جبکہ انفاق مال مین یہ اخلاص پیدا ہوگا تو بڑی قیمت کی شے کے انفاق مین بھی داگر ضرورت دینی آکر پڑیگی) ایسے مخلص کامل کو ہرگز دریغ نہ ہوگا اسی واسطے وجوہ انفاق مال مین سے اونٹون کی قربانی کے لیے ان ایام مین اس امت کو حکم ہوتا ہے کہ والبدن

جعلنا ہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر لفظ بدن جمع بدنہ کی ہے اونٹ کو جو عربی مین بدنہ کہتے ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بدن اور چوپائیون سے بڑا ہوتا ہے اور اگرچہ لفظ بدنہ کے معنی عرب مین اونٹ کے ہی آئے ہین لیکن آنحضرت صلعم نے گائے بیل کو بھی اسکے حکم مین شامل فرما دیا ہے یعنے جیسا کہ اونٹ مین سات حصہ قربانی کے ہوسکتے ہین اسی طرح گائے بیل مین بھی سات حصص مقرر ہوسکتے ہین اور لکم کے لفظ سے جو ایک قسم کی تخصیص مفہوم ہوتی ہے وہ اسلیئے ہے کہ یہود کے یہان اونٹ کی قربانی نہین تھی یہ اونٹ کی قربانی اسی امت کیلیئے ایک فضیلت خاصہ ہے جو ایک نشان اور علامت بطور شعائر اللہ کے دین اسلام مین قرار دی گئی ہے اس واسطے کہ جب اللہ تعالے کے لیے خالصاً قربان کیا جاوے تو بسبب عظیم الجثہ ہونے اسکے کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت یاد آجاوے اور پھر اوسکے ذبح کرنے مین جو (خالصاً لوجہ اللہ ہو) تمہارے لیے بڑی خیر اور بہتری ہے کیونکہ اونٹ سے بڑے بڑے فوائد دنیوی حاصل ہوتے ہین سواری اس پر کیجاتی ہے دودھ اس کا پینے کے کام مین آتا ہے پشم اور بال اس کے کام مین آتے ہین تمام چوپائیون سے زیادہ تر عظیم الجثہ ہے باوجود اسکے خوراک اسکی بہت تھوڑی وغیرہ وغیرہ بدینوجہ اللہ تعالے نے بھی اوسکی قربانی کا ثواب ان تمام منافع سے زیادہ رکھا اور فرمایا لکم فیہا خیر کشاف مین ایک روایت لکھی ہے کہ بعض سلف سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف نو دینار تھے اس نے ان سب کا اونٹ خرید کر عید اضحیٰ مین قربان کیا اوس پر بعض لوگون نے اعتراض کیا تو اس نے اس اعتراض کا یہی جواب دیا کہ میرا پروردگار فرماتا ہے کہ لکم فیہا خیر اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح پر تم نے اپنے دل مین اللہ تعالے کی بڑائی اور کبریائی کو تہ نشین کر لیا ہے زبان سے بھی اللہ تعالے کا ذکر اسکے ذبح کرنے کے وقت کرو یعنی بسم اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہم منک والیک پڑھو اور چونکہ اونٹ کا ذبح کرنا کھڑے کھڑے ہوتا ہے لہذا ارشاد ہے کہ صواف یعنے برابر ایک صف اور قطار مین جو صف باندھے ہوئے کھڑے ہون اور ہاتھ انکے بندھے ہوئے ہون اونکے سینہ مین نیزہ مارتے وقت اللہ تعالے کے نام کا ذکر کرو تا کہ اس طرح سیدھا کھڑا کر کر اونٹ کا نحر کرنا ایک دلیل تمہاری استقامت کی ہو اور تم اس راز پر پہونچو کہ ہم احکام شریعت اسلام کی فرمانبرداری مین مستقیم ہین۔ پس جبکہ وہ اپنی کروٹون کے بل گر پڑین تو اونکے گوشت مین سے تم خود بھی کھاؤ اور سائل غیر سائل کو بھی کھلاؤ۔ تا کہ نفع اوس کا عام اور تام ہو اسی طرح جب تم اپنے نفس امارہ کو ذبح کر کر نفس مطمئنہ پیدا کروگے (باقی آیندہ)

پلیگ کہتے ہیں جسے یا طاعون

طاعون

یہ برباد کنندہ بنی آدم بعد از مدت ہند مین پھیلا ہے اب تک تجربہ سے یہی بات معلوم ہوئی ہے کہ قبل از ظہور بطور علاج حفظ ماتقدم کچھہ چارہ کیا جاوے تو مرض پھیلنے نہین پاتا۔ چنانچہ اکسیر شفا کی بابت ہند کے ہر حصہ مین جہان یہ ظاہر ہوا تصدیق ہو گئی ہے کہ یہ طاعون کو روکتی ہے مبتلا شدہ مریض کو بچاتی ہے علیحدہ کتاب آدھ آنے کا ٹکٹ بھیجنے سے مفت ملسکتی ہے قیمت فی شیشی عہ در جن شیشی سے ر

شفا یافتہ مریضون کے چند سارٹیفکٹ بطور نمونہ کے

جناب منشی غلام احمد صاحب کشمیری مکان جناب حکیم مولوی مرزا احمد صاحب ڈاکٹر سٹریٹ بمبئی دوا اکسیر شفا کی یہ کیفیت ہے کہ چار مریضون مبتلایان طاعون کو وہ دوا دی ان مین سے دو مریض جو فوراً مبتلائے طاعون مرض ہوئے تھے یہ دوا دیتے ہی دس منٹ کے بعد ان کا بخار اتر گیا اور عرق تمام بدن پر آگیا اور شدت تشنگی بھی جاتی رہی اور دو مریض جو مدت سے مبتلائے بخار تھے دوا کے پیتے ہی پیاس کی شدت کم ہو گئی اور بخار مین بھی افاقہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس بیماری کے مریض کا بخار اترتا نہیں مگر خدا کے فضل سے اور آپ کی تشخیص سے اس دوا کے دینے سے چار شخصون کو فائدہ ہوا۔

طبیعت اس دوائی سے عجب مسرور ہوتی ہے
دل بیمار کے دل سے کدورت دور ہوتی ہے
دوائی آپ کی ہے یا نقش اسم اعظم ہے
کہ جس کے دیکھنے سے ہی بلا کافور ہوتی ہے
کوئی کالی بلا کے مرض مین ہو مبتلا انسان
دیا جسکو وہین اس سے بلا یہ دور ہوتی ہے
کرے تعریف کس منہ سے دوا کی احمد کمتر
مثال نیر اعظم یہ خود مشہور ہوتی ہے

جناب محمد یوسف صاحب گلی بمبئی (ترجمہ چٹھی) آپکے عرق طاعون نے جادو کا کام کیا ہے اور بمبئی مین بہت سی جانین بچائیں اکثر احباب اس کی تعریف کرتے ہین۔

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب از ہوشنگ آباد۔ آپ کی دوا مین خدا کے فضل و کرم سے بیشک فائدہ ہے۔ مین نے ایک بیمار کی حالت درد سر اور بخار ان مین یہ دوا دی دو شیشی سے فائدہ ہوا۔ میرے پاس اور دوا نہین ایک درجن بوتل عرق طاعون ارسال فرما دین جو عنقریب ختم ہو جانے والے۔

جناب محمد حیات بادشاہ چند پیٹ اسکاٹ میری ہمشیرہ بیمار ہی طاعون سے صحت یاب ہے صرف دن پر ورم باقی ہے اسکا کوئی علاج ارسال کرین۔

جناب براہیم بوڑنگ پیتھ ۲۵ عدد شیشی عرق طاعون ارسال کرین اپ کی دوائی سے بہت فائدہ ہوا۔

جناب عبدالحمید معرفت عبدالقیوم صاحب ہیڈ اکونٹنٹ آف دی سیٹی میونسپلٹی بنگلور میری گردن پر ایک بار گرمی ہوا ہے۔ اسکے واسطے دوا ارسال فرماوین۔

سرکار جلالت آثار نواب آقا محمد خان صاحب بہادر کاظمین علاقہ ہند بدست سید عیسیٰ منشی نیو ایجنٹ آپ کی ایجاد کردہ دوائی طاعون مفید ہے۔

جناب محی الدین خان صاحب احمد سیٹھ جنرل ایجنٹ میسور آپ کی دوا طاعون اکسیر شفا مجرب ہے چند شیشیان ارسال فرما دیں۔

جناب حکیم محمد یوسف ٹھکوری ریاست میرٹھ مقام سرا۔ آپ کی دوائی طاعون کی شہرت یہان بکثرت ہو رہی ہے۔

جناب سید محمد منشیر رام باغ گاڑی خانہ کراچی۔ آپکا ایجاد کردہ عرق دو مریضون کو دیا گیا بحکم خدا شفا یاب ہوئے امید کہ جناب چند بوتلیں اور ارسال فرما دین گے۔

جناب شیخ رحمان صاحب استاد مدرسہ بومبئی مظفر آبادی آپکی دوا طاعون سے کئی مریض اچھے ہوئے مہربانی کرکے دوا کی تھوڑی شیشیان ارسال کرین۔

جناب محمد علی تیلر معرفت کپتان میرگنج بمبئی آپکے عرق سے جو آدمی اچھے ہوئے تین بوتل اور ارسال کرین۔

. . . .

جناب سیدی عبدالرحمن خلف سید محی الدین قلعدار از جزیرہ مبشان ضلع علی باغ متصل بمبئی۔ آپ کی ایجاد کردہ مرض طاعون کی دوائی نے واقعی اکسیر کا کام کیا ہے۔

جناب سیٹھ آسنے ولیرو سر بہاری آف کنٹر کنٹر کیماڑی شہر کراچی آپنے اس مرض طاعون کی دوا ایجاد کی ہے جس سے سینکڑون مریض شفا پا چکے ہین۔ اور پاتے جاتے ہین سو مہربانی فرما کر بذریعہ کارڈ ہذا کچھہ دوا ارسال کرین۔

جناب صوبہ دار حسن منشیر رام باغ گاڑی خانہ احاطہ کراچی۔ آپ کا عرق طاعون دو تین مریضون کو دیا گیا بحکم خدا اچھے ہوئے

جناب عبدالرزاق شاہ ولد نعمت شاہ نقشبندی محل ناریل باڑی داؤد حسن شاہ بمبئی۔ عرض یہ ہے کہ آپ کی ارسال شدہ دوائی سے بمبئی مین لوگون کو بڑا فائدہ ہوا ہے اپنے بچشم خود دیکھا ہے کہ جس وقت مریضون کو دوائی پلائی فوراً ہوش آگیا۔

جناب منشی قلندر حسین صاحب ہوش ار کے۔ اینڈ۔ ایم۔ او۔ کیمپ ہوش کوٹ ضلع بنگلور آپکے عرق طاعون نے بہت فائدہ ہوا۔ دو شیشی مہربانی فرما کر اور ارسال کرین

نبۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی موچی دروازہ اعوان منزل لاہور

احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

حضرت اقدس مرزا صاحب اور ان کے اصحاب کی مختلف قسم کی تصویرین فی سائز قیمت فی ایک روپیہ محمود صحت لاہور سے طلب کرین +

کتاب و سنت اور حدیث

۲۳- کی شب کو بعد نماز مغرب اور ۲۴- مارچ سنہ ۱۹۰۲ء کی صبح کو سیر کا مضمون یہی تھا جو عنوان مین ہم نے لکھا ہے اور یہ مضمون قاضی نعمت علیصاحب احمدی بٹالوی کی تحریک سے پیدا ہوا اس کے پہلے بھی حضرت اقدس نے اس مضمون پر کئی بار تقریر فرمائی ہے ہم اس کو مقدم کر کے اسی لیے چھاپتے ہین کہ آج کل ہمارے مخالفون نے محض دھوکہ دہی کی بنا پر یہ شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہان انسے گفتگو کی جاوے وہ حدیث کو قرآن شریف پر قاضی ٹھہرا کر دیتے ہین اور حدیث پر بہت زور دیتے ہین۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پیرو چونکہ قرآن کریم کو مقدم کرتے ہین اور حدیث کو اس کی حد سے بڑھانا نہین چاہتے اسلئے مخالف شور مچا دیتے ہین کہ دیکھو یہ حدیث کا انکار کرتے ہین اس قسم کے مشکلات عام ہین اِسلئے ہم بذریعہ الحکم حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر کا خلاصہ اپنے الفاظ مین زائد امور کو چھوڑ کر ناظرین الحکم کے فایدہ کے لیے یہان درج کرتے ہین۔

چنانچہ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ یاد رکھنا چاہیئے جب کوئی نبی خدا کیطرف سے آتا ہے تو وہ دو ذمہ واریان لیکر آتا ہے اور اسکا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان کو امانت کیطور پر پہونچاوے۔ اول کلام الہٰی دوم کلام الہٰی کے موافق عمل کر کے دکھا دینا اور یہی دو باتین اللہ تعالےٰ کے نزدیک اصل ہین اور اسی کو کتاب اور سنت کہتے ہین اور اب ایک تیسری بات ان دو کے ساتھ شامل کر لی گئی ہے وہ حدیث ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ تیسری شے یعنی حدیث جب تک ان دونون یعنے کتاب اور سنت کے موافق نہ ہوگی ہم نہین مانین گے ان لوگون نے دھوکہ دہی کے طور پر سنت اور حدیث کو مخلوط کر کے ایک بنا دیا ہے حالانکہ وہ دو جدا چیزین ہین سنت اور شے ہے اور حدیث اور چیز۔ سنت کے معنے طریق اور عمل کے ہین اور حدیث کا مفہوم صرف بات ہے۔

یعنی وہ باتین جو لوگون نے اپنے الفاظ مین مدتون بعد جمع کین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالےٰ سے پاتے تھے سنت کے طریق پر اسے بتا دیتے تھے مثلاً نماز کا حکم ہوا آپ نے نماز پڑھ کر بتا دی۔ ایسا ہی زکوٰۃ۔ اور اسکے متعلق جملہ امور۔ حج اور اسکے ارکان روزہ اور اسکے متعلقات غرض تمام امور جو اللہ تعالےٰ سے آپ پاتے ان کو کر کے دکھا دیتے۔ آپ کے اس عمل کا نام ہی سنت ہے جو حدیث سے بالکل الگ ہے اور قرآن شریف کی طرح سلسلہ تعامل مین یہ محفوظ ہے۔ کیا اگر حدیث نہوتی تو ہمارے مخالف کہہ سکتے ہین کہ مسلمان نماز نہ پڑھتے یا روزہ نہ رکھتے یا زکوٰۃ نہ دیتے یا حج نہ کرتے ہ نہین نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر ضروریات دین اسی طرح ہوتین جیسے اب ہین۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ حدیث کے زمانہ تک جو دو سو برس تک کا زمانہ ہے مسلمانون مین ضروریات دین پر عمل نہ ہوتا تھا اور جب تک بخاری اور مسلم مرتب نہوگئین مسلمان مسلمان نہ تھے یہ تو قرآن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا جو لیکر آئے تھے۔ قرآن مین سب کچھ ہے مگر نبوت کا استدلال لطیف ہوتا ہے جبرئیل سے جو معصوم ہوتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علم پاکر اپنے عمل سے دکھا دیتے۔ پس اس بات سے کبھی دھوکا نہ کھاؤ کہ حدیث اور سنت کو ایک قرار دو۔ حدیث وہ اقوال رطب و یابس ہین جو پیچھے جمع ہوئے ان مین وہی قابل اعتبار ہین اور صحیح ہین جو کتاب اور سنت کے مخالف اور منافی نہین ہین۔

اگر کوئی سوال کرے کہ قرآن شریف سے نماز کی رکعتین دکھاؤ تو اسکا جواب یہی ہے کہ یہ ہمین حدیث سے نہین بلکہ سنت سے معلوم ہوا ہے اور اگر حدیثین ایسی ہی تھین جیسے قرآن شریف تو پھر کیون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذمہ داری مین فرق ڈالا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو کام کئے اول قرآن سنا دیا اور پھر اپنے عمل سے دکھا دیا چنانچہ اول کے لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم اور دوسرے امر کے متعلق یعنے سنت کے لئے فرمایا اتممت علیکم نعمتی اور دونوں کے مجموعہ اور نتیجہ کا نام اسلام ہوا۔

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کے متعلق سنت دکھاؤ تو اسکا جواب یہی ہے کہ سنت موجود ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود مر کر دکھا دیا۔ ورنہ اگر اوپر آسمان پر چڑھ جانا سنت انبیا تھا تو آسمان پر چلے جاتے مگر جیسے قرآن نے شہادت دی مسیح کی وفات پر اور آپ کی وفات پر انک میت وانہم میتون آپنے مر کر دکھا دیا اور ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تصدیق کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ پہلا اجماع آپکی وفات پر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کی نسبت ہوا۔ حضرت ابوبکر کا استدلال کیسا لطیف تھا اور یہ خدا تعالےٰ کا قانون ہے کہ جو خلیفہ ہونیوالا ہوتا ہے اس کو لطیف استدلال اور نبوت کے انوار کا حصہ دیا جاتا ہے اور وہ مخفی رہتا ہے جب تک کہ وہ وقت نہ آجاوے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب۔ سنت۔ اور حدیث کو ہرگز ہرگز ملانا نہیں چاہئے۔

کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۱۰ جلد ۶

زیادہ تفصیل کی اس مقام پر ضرورت نہیں کیونکہ اس مجمع مین بہت سے لوگ ایسے ہین جنکو بخوبی علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب کا کیا حال تھا کوئی بدی ایسی نہ تھی جو ان مین نہ پائی جاتی ہو جیسے کوئی ہر صیغہ اور امتحان کو پاس کرکے کامل اُستاد ہر فن کا ہوجاتا ہے اسی طرح پر وہ بدیون اور بدکاریون مین ماہر اور پورے تھے۔ شرابی۔ زانی۔ یتیمون کا مال کھانے والے۔ قمار باز۔ غرض ہر برائی مین سب سے بڑھے ہوئے تھے بلکہ اپنی بدکاریون پر فخر کرنے والے تھے ان کا قول تھا ان ھی الا حیوٰتنا الدنیا نموت ونحیٰ۔ ہماری زندگی اسی قدر ہے کہ یہان ہی مرتے ہین اور زندہ ہوتے ہین حشر نشر کوئی چیز نہین قیامت کچھ نہین جنت کیا اور جہنم کیا؟ قرآن شریف کے احکام جن بدیون اور برائیون سے روکتے ہین وہ سب مجموعی طور پر ان مین موجود تھین ان کی حالت کا یہ نقشہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کیا تھے؟ ایک موقع پر فرماتا ہے یاکلون ویتمتعون کھاتے ہین اور تمتع اٹھاتے یعنے اپنے پیٹ کی اور دوسری شہوات مین مبتلا اور اسیر ہین۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جب انسان جذبات نفس اور دیگر شہوات مین اسیر اور مبتلا ہوجاتا ہے تو چونکہ وہ طبعی تقاضون کو اخلاقی حالت مین نہین لاتا اس لیے ان شہوات کی غلامی اور گرفتاری ہی اس کے لیے جہنم ہوجاتی ہے اور ان ضرورتون کے حصول مین مشکلات کا پیش آنا اسپر ایک خطرناک عذاب کی صورت ہوجاتی ہے اس لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جس حال مین ہین گویا جہنم مین مبتلا ہین یہ بات ہرگز ہرگز بھولنے کے قابل نہین ہے کہ قرآن شریف جو خاتم الکتب ہے دراصل قصون کا مجموعہ نہین ہے جن لوگون نے اپنی غلط فہمی اور حق پوشی کی بنا پر قرآن شریف کو قصون کا مجموعہ کہا ہے انہون نے حقایق شناس فطرت سے حصہ نہین پایا ورنہ اس پاک کتاب نے تو پہلے قصون کو بھی ایک فلسفہ بنادیا ہے اور یہ اسکا احسان عظیم ہے سابقہ کتابون اور نبیون پر ورنہ آج ان باتون پر ہنسی کی جاتی۔ اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس علمی زمانہ مین جبکہ موجودات عالم کے حقایق اور خواص الاشیاء کے علوم ترقی کر رہے ہین اس نے آسمانی علوم اور کشف حقایق کے لیے ایک سلسلہ کو قایم کیا۔ جس نے ان تمام باتونکو جو فیج اعوج کے زمانہ مین ایک معمولی قصون سے بڑھ کر وقعت نہ رکھتی تھین اور اس سائنس کے زمانہ مین ان پر ہنسی ہورہی تھی علمی پیرایہ مین ایک فلسفہ کی صورت مین پیش کیا

پہلے زمانہ مین ہم دیکھتے ہین کہ بالکل خیالی اور سادہ طور پر بہشت و دوزخ کو رکھا گیا تھا حضرت مسیح نے پھانسی پانے والے چور کو یہ تو کہدیا کہ آج ہم بہشت مین جاینگے مگر بہشت کی حقیقت پر کوئی نکتہ بیان نہ فرمایا ہم اس وقت اس سوال کو سامنے لانے کی ضرورت نہین سمجھتے کہ عیسائیونکو انجیلی عقیدے اور بیان کے موافق وہ بہشت مین گئے یا ہاویہ مین۔ بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ بہشت کی حقیقت انہون نے کچھ بیان نہین کی ہان یونتو عیسائیون نے اپنے بہشت کی مساحت بھی کی ہوئی ہے۔

برخلاف اس کے قرآن شریف کسی تعلیم کو قصے کے رنگ مین پیش نہین کرتا بلکہ وہ ہمیشہ ایک علمی صورت مین اسے پیش کرتا ہے مثلاً اسی بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الاخرۃ اعمیٰ یعنی جو اس دنیا مین اندھا ہے وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا کیا مطلب کہ خدا تعالےٰ اور دوسرے عالم کے لذات کے دیکھنے کے لیے اسی جہان مین حواس اور آنکھیں ملتی ہین جس کو اس جہان مین نہین ملین اسکو وہان بھی نہین ملین گے اب یہ امر انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان حواس اور آنکھون کے حاصل کرنے کے واسطے اسی عالم مین کوشش اور سعی کرے تاکہ دوسرے عالم مین بینا اٹھے۔

ایسا ہی عذاب کی حقیقت اور فلسفی بیان کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کا عذاب ایک آگ ہے جسکو وہ بھڑکاتا ہے اور انسان کے دل ہی پر اسکا شعلہ بھڑکتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عذاب الٰہی اور جہنم کی اصل جڑ انسان کا اپنا ہی دل ہے اور دل کے ناپاک خیالات اور گندے ارادے اور عزم اس جہنم کا ایندھن ہین اور پھر بہشت کے انعامات کے متعلق نیک لوگون کی تعریف مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یفجرونہا تفجیرا۔ یعنے اسی جگہ نہرین نکال رہے ہین اور پھر دوسری جگہ مومنون اور اعمال صالحہ کرنے والون کی جزا کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ جنت تجری من تحتہا الانہار اب مین پوچھتا ہون کہ کیا کوئی ان باتون کو قصہ قرار دیسکتا ہے یہ کیسی سچی بات ہے جو یہان آبپاشی کرتے ہین وہی پھل کھائین گے غرض قرآن شریف اپنی ساری تعلیمون کو علوم کی صورت اور فلسفہ کے رنگ مین پیش کرتا ہے اور یہ زمانہ جس مین خدا تعالےٰ نے ان علوم حقہ کی تبلیغ کے لیے اس سلسلہ کو خود قایم کیا ہے کشف حقایق کا زمانہ ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے

پہلی کتابون اور نبیون پر احسان کیا ہے جو ان کی تعلیمون کو جو قصہ کے رنگ مین تھین علمی رنگ دیدیا ہے - مین سچ سچ کہتا ہون کہ کوئی شخص ان قصون اور کہانیون سے نجات نہین پا سکتا - جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے - کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ انہ لقول فصل وما ہو بالہزل ہے وہ میزان - مہیمن - نور اور شفا - اور رحمت ہے - جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہین انہون نے قرآن شریف کو نہین پڑھا بلکہ اسکی بے حرمتی کی ہے + ہمارے مخالف کیون ہماری مخالفت مین اسقدر تیز ہوئے ہین ؟ صرف اسی لیے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور حکمت اور معرفت ہے دکھانا چاہتے ہین اور وہ کوشش کرتے ہین کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھ کر وقعت نہ دین - ہم اسکو گوارا نہین کر سکتے خدا تعالے نے اپنے فضل سے ہم پر کھولدیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے اس لیے ہم ان کی مخالفت کی کیون پروا کرین - غرض مین بار بار اس امر کی طرف ان لوگون کو جو میرے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہین نصیحت کرتا ہون کہ خدا تعالے نے اس سلسلہ کو کشف حقایق کے لیے قایم کیا ہے کیونکہ بدون اسکے عملی زندگی مین کوئی روشنی اور نور پیدا نہین ہو سکتا اور مین چاہتا ہون کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لیے مامور کیا ہے - اسلیئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھکر نہین بلکہ ایک فلسفہ سمجھکر -

اب مین پھر اصل مطلب کیطرف رجوع کر کے کہتا ہون کہ قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری کتاب نے بیان نہین کی اس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کر دیا ہے کہ اسی دنیا سے یہ سلسلہ جاری ہوتا ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنے جو شخص خدا تعالے کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اسکے واسطے دو بہشت ہین یعنے ایک بہشت تو اسی دنیا مین مل جاتا ہے کیونکہ خدا تعالے کا خوف اسکو برائیون سے روکتا ہے اور بدیون کیطرف دوڑنا دل مین ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے جو بجائے خود ایک خطرناک جہنم ہے - لیکن جو شخص خدا کا خوف کہاتا ہے تو وہ بدیون سے پرہیز کر کے اس عذاب اور درد سے تو دم نقد بچ جاتا ہے جو شہوات اور جذبات نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وفاداری اور خدا کی طرف جھکنے مین ترقی کرتا ہے جس سے ایک لذت اور سرور اسے دیا جاتا ہے اور یون بہشتی زندگی اسی دنیا سے اسکے لیے شروع ہوجاتی ہے اور اسی طرح پر اسکے خلاف کرنے سے جہنمی زندگی شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ مین نے پہلے بیان کر دیا ہے -

اسوقت میرا صرف یہ مطلب ہے کہ مین اس دوسری دلیل کیطرف تمہین متوجہ کرون جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خدا تعالے نے دی ہے یعنے یہ کہ آپ جس کام کے لیے آئے تھے اس مین پورے کامیاب ہوگئے مین نے بتایا ہے کہ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے ہزار ہا مریضون کو مرض کے آخری درجہ مین پایا جو ان کی موت تک پہونچگیا تھا - بلکہ حقیقت مین وہ مر ہی چکے تھے جیسا کہ اسوقت کی تاریخ کے پتہ سے معلوم ہوتا ہے - پھر انصافاً کوئی سوچے کہ اپنے خدمتگار کے عیب دور نہین کر سکتے تو جو شخص ایک بگڑی ہوئی قوم کی ایسی اصلاح کر دے کہ گویا وہ عیب اس مین تھے ہی نہین تو اس سے بڑھ کر اس کی صداقت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ؟ -

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانون نے اس طرف توجہ نہین کی ورنہ یہ ایسے روشن دلایل ہین کہ دوسرے نبیون مین اسکے نظائر بہت ہی کم ملین گے مثلاً جب ہم آپ کے بالمقابل حضرت مسیح کو دیکھتے ہین تو کسقدر افسوس ہوتا ہے کہ وہ چند حواریون کی بھی کامل اصلاح نہ کر سکے اور ہمیشہ ان کو سست اعتقاد کہتے رہے یہانتک کہ بعض کو شیطان بھی کہا وہ ایسے لالچی تھے کہ یہودا اسکریوطی جو مسیح کا خزانچی تھا بسا اوقات اس تھیلی مین سے جو اس کے پاس رہا کرتی تھی کبھی کبھی چرا بھی لیا کرتا تھا آخر اسی لالچ نے اسے مجبور کیا کہ وہ تیس درہم لیکر اپنے استاد اور مرشد کو گرفتار کرادے اور ادھر جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیطرف دیکھتے ہین تو انہون نے اپنی جانین دیدینی آسان سمجھین بجائے اسکے کہ انہین غداری کا ناپاک حصہ پایا جاتا یورپین مورخون تک کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین جو انس وفاداری اور اطاعت اپنے ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اسکی نظیر کسی دوسرے نبی کے متبعین مین نہین ملتی ہے خصوصاً مسیح علیہ السلام تو اس مقابلہ مین بالکل تہیدست ہین + اب جبکہ اسقدر غلو ان کی شان مین کیا گیا ہے اور باوجود کمزوریون کی ان مثالون اور واقعات کے ہوتے ہوئے جو انجیل مین موجود ہین ان کو خدا بنایا گیا ہے انکی قوت قدسی اور جذب و کشش کا یہ نمونہ

پیش کیا گیا ہے کہ وہ چند حواریون کو بھی درست نہ کر سکے تو اور ان سے کیا امید ہو سکتی ہے عیسائی جب حواریون کی اعتقادی اور علمی کمزوریون کا کوئی جواب نہین دیکھتے تو یہ کہدیتے ہین کہ مسیح کے بعد ان مین قوت اور طاقت آگئی تھی اور وہ کامل نشو ہو گئے تھے مگر یہ جواب کیسا مضحکہ خیز اور عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے کہ چراغ کی موجودگی مین تو کوئی روشنی نہین چراغ کے بجھ جانے کے بعد روشنی ہو گئی۔

کیا خوب!!!

ایک نبی کے سامنے تو وہ پاک صاف نہ ہو سکے اسکے بعد ہو گئے؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ مسیح اپنی قوت قدسی کے لحاظ سے اور بھی کمزور اور ناتوان تھا معاذ اللہ یہ ایک نحوست تھی کہ جب تک حواریون کے سامنے رہی وہ پاک نہ ہو سکے اور جب اٹھ گئی تو پھر روح القدس سے معمور ہو گئے۔ تعجب!!!

بہت سے انگریز مصنفون نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور رائے ظاہر کی ہے کہ مسیح نے ایک گروہ پایا تھا جو پہلے سے توریت کے مقاصد پر اطلاع پاچکے تھے اور فقیہون فریسیون سے خدا کی باتین سنتے تھے اگر وہ راستباز اور پاکباز ہوتے تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی اور ۱۴ سو برس تک لگاتار ان مین وقتاً فوقتاً نبی اور رسول آتے رہے جو خدا کے احکام اور حدود سے انہین اطلاع دیتے رہے گویا ان کے نطفہ مین رکھا ہوا تھا کہ وہ خدا کو مانین اور خدا کے حدود کی عظمت کرین اور بدکاریون سے بچین پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس تعلیم سے جو مسیح انہین دینا چاہتا تھا بے خبر ہوتے۔

مسیح اگر انہین درست بھی کر دیتے تب بھی یہ کوئی بڑی قابل تعریف بات نہ تھی کیونکہ ایک طبیب کے کامل علاج کے بعد اگر دوسرا کوئی اچھا کر دے تو یہ خوبی کی بات نہین اس لیے بفرض محال اگر مسیح نے کوئی فائدہ پہونچایا بھی ہو تو بھی یہ کوئی قابل تعریف بات نہین ہے لیکن افسوس ہے کہ یہان کسی فائدہ کی نظیر بھی نظر نہین آتی یہودا نے ۳۰ روپیہ لیکر استاد کو بیچ لیا۔ اور پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر لعنت کی اور دوسری طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اُحد اور بدر مین آپکے سامنے سر دیدیئے اب انصاف کا مقام ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے ہوتے اور قرآن شریف نہ ہوتا تو ایسے نبی کی بابت کیا کہتے جس کی تعلیم اور قوت قدسی کے نمونے یہودا اسکریوطی اور پطرس ہین قوت قدسی کا یہ حال اور تعلیم ایسی ادھوری اور ناقص کہ کوئی دانشمند اسے کامل نہین کہہ سکتا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ انسان کی تمدنی۔ معاشرتی۔ اور سیاسی زندگی کو اس سے کوئی تعلق ہی نہین۔ اور پھر لطف یہ کہ اس کے کوئی تاثیرات باقی نہین ہین۔ دعوے ایسا کیا کہ عقل۔ کانشنس قانون قدرت۔ اور متقدمین کے عقاید اور مسلمات کے صریح خلاف۔ ان انگریز مصنفون کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اگر قرآن نہ آتا تو بہت بری حالت ہوتی انہون نے اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے درندون۔ وحشیون کو درست کیا اور پھر ایسے صادق اور وفادار لوگ تیار کیے کہ انہون نے اس کی رفاقت مین کبھی اپنے جان و مال کی بھی پروا نہین کی اس قسم کی وفاداری اور اطاعت ایثار۔ اور جان نثاری پیدا نہین ہو سکتی جب تک مقتدا اور متبوع مین اعلے درجہ کی قوت قدسی اور جذب نہو پھر لطف یہ ہے کہ عربون کو بھی راستبازی ہی نہ سکھائی گئی تھی بلکہ ان کی دماغی قوتون کی بھی تربیت کی تھی۔ حواری تو ایک گاؤن کا بھی انتظام نہ کر سکتے تھے مگر صحابہ نے دنیا کا انتظام کر کے دکھلایا کون کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے والدین نے حکومت اور سلطنت کی تھی اور اس لیئے وہ انتظام ملکداری اور قوانین سیاست سے آگاہ تھے؟ نہین ہرگز نہین یہ صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور قرآن شریف کی کامل تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف اس نے ان کو فرشتے بنا دیا اور دوسری طرف وہ عقل مجسم ہو گئے۔ (باقی آیندہ)

ملفوظات احمدیہ

(ڈائری کا اقتباس)

مخالفانہ تحریرون کا جواب

مخالف جو گالیان دیتے ہین اور گندے اور ناپاک اشتہار شایع کرتے ہین ہم کو ان کا جواب گالیون سے کبھی دینا نہین چاہیئے ہم کو سخت زبانی کی ضرورت نہین۔ کیونکہ سخت زبانی سے برکت جاتی رہتی ہے اسلیئے ہم نہین چاہتے کہ اپنی برکت کو کم کرین ان کو تو مخاطب کرنے کی بھی ضرورت نہین یہ لوگ بجائے خود واجب الرحم ہین ہان فضول باتون کو نکال کر اگر کسی معقول اعتراض کا جواب عوام کو دھوکے سے بچانے کے لیے دیا جاوے تو نامناسب نہین اگر ہم ان کے مقابل پر سخت زبانی کا استعمال کرین تو یہ اپنے مرتبہ کا بھی تنزل ہے اگر کبھی کوئی سخت لفظ استعمال کیا گیا ہے تو وہ حق کا لازمی امر ہے جو دوا کے طور پر ہے جس کی نظیر انجیل اور نبیون کے کلام مین پائی جاتی ہے۔ رئیس اور تقلید کرنا انبیا کا کام نہین نام تو وہی ہوتا ہے جو آسمان پر رکھا جاتا ہے کسی کے ظالم۔ کافر کہنے سے کیا بنتا ہے۔ زمینی نامون کا آخر خاتمہ ہو جاتا ہے اور آسمانی نام ہی رہ جاتے ہین پس دنیا کے کیڑون کے نامون کی کیا پروا؟ اس نام کی قدر کرو جو آسمان پر نیک لکھا جاوے۔

مسیح کا نزول دو چادروں مین

زرد چادروں سے مراد اگر یہی ہو جو ہمارے مخالف بیان کرتے ہین تو پھر عام ہندو جوگیوں اور مسیح مین مابہ الامتیاز کیا ہوگا۔ اصل مین خدا کی چادر اپنے الگ معنے رکھتی ہے اور وہ وہی ہین جو خدا تعالےٰ نے مجھ پر کھولے ہوئے ہین کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریان ہین جو مجھے لاحق حال ہین

تبلیغ اور انسانون کی تقسیم

دنیا مین تین قسم کے آدمی ہوتے ہین - عوام متوسط درجے کے - امرا - عوام عموماً کم فہم ہوتے ہین ان کی سمجھ موٹی ہوتی ہے اِسلیے ان کو سمجھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے - امرا کے لیے سمجھانا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نازک مزاج ہوتے ہین اور جلد گھبرا جاتے ہین اور ان کا تکبر اور تعلّی اور بھی سد راہ ہوتی ہے۔ اِسلیے انکے ساتھ گفتگو کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ ان کے طرز کے موافق ان سے کلام کرے یعنے مختصر مگر پورے مطلب کو ادا کرنے والی تقریر ہو قلّ و دلّ - مگر عوام کو تبلیغ کرنے لیئے تقریر بہت ہی صاف اور عام فہم ہونی چاہئے رہے اوسط درجے کے لوگ زیادہ تر یہ گروہ اس قابل ہوتا ہے کہ ان کو تبلیغ کی جاوے وہ بات کو سمجھ سکتے ہین - اور انکے مزاج مین وہ تعلّی اور تکبر اور نزاکت بھی نہین ہوتی جو امرا کے مزاج مین ہوتی ہے اِسلیے ان کو سمجھانا بہت مشکل نہین ہوتا۔

بعثت انبیا پر لوگ کس طرح ہدایت پاتے ہین؟

جب انبیاء علیہم السلام ماٰمور ہو کر دنیا مین آتے ہین تو لوگ تین ذریعوں سے ہدایت پاتے ہین یہ اِسلیے کہ تین ہی قسم کے لوگ ہوتے ہین ظالم مقتصد - اور سابق بالخیرات۔

اور درجے کے لوگ تو سابق بالخیرات ہوتے ہین جن کو دلایل اور معجزات کی ضرورت ہی نہین ہوتی - وہ ایسے صاف دل اور سعید ہوتے ہین کہ ماٰمور کے چہرہ ہی کو دیکھکر اس کی صداقت کے قایل ہو جاتے ہین اور اسکے دعوے کو ہی سنکر اسکو بر نگ دلیل سمجھ لیتے ہین ان کی عقل ایسی لطیف واقع ہوئی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ انبیا کی ظاہری صورت اور ان کی باتون کو سن کر قبول کر لیتے ہین -

دوسرے درجے کے لوگ مقتصد کہلاتے ہین جو ہوتے تو سعید ہین مگر ان کو دلایل کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ شہادت سے مانتے ہین -

تیسرے درجے کے لوگ جو ظالمین ہین ان کی طبیعت اور فطرت کچھ ایسی وضع پر واقع ہوتی ہے کہ وہ بجز مار کھانے اور سختی کے مانتے ہی نہین -

جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہین کہ اسلام جبر سے پھیلا ہے وہ تو بالکل جھوٹے ہین کیونکہ اسلامی جنگین دفاعی اصول پر تھین مگر ہان یہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے قانون مین یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ تیسرے درجہ کے لوگون یعنے ظالمین کے لیئے ایک طریق رکھا ہوا ہے جو بظاہر جبر کہلاتا ہے اور ہر نبی کے وقت مین عوام کی ہدایت جبر کے کسی نہ کسی پیرایہ مین ہوئی ہے کیونکہ دوربین سے دیکھنے والے کا مقابلہ مجرد آنکھ سے دیکھنے والا نہین کر سکتا - جب استعدادین مختلف ہین تو پھر سب کے لیے ایک ہی ذریعہ کیونکر مفید ہو سکتا ہے -

بڑے مقبول اور مقرب اور رسالت کی سچی خلافت حاصل کرنیوالے وہی ہوتے ہین جو سابق بالخیرات ہوتے ہین انکی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی ہے کہ آپ نے کوئی معجزہ اور نشان طلب نہین کیا سنتے ہی ایمان لے آئے -

اور حقیقت مین یہ ہے بھی سچ اسلیئے کہ جس شخص کو اخلاقی حالت کی واقفیت ہو اس کو معجزہ اور نشان کی ہرگز ضرورت نہین ہوتی اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یاد دلایا کہ قد لبثت فیکم عمراً - سابقین کو تو یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ اپنی فراست صحیحہ سے ہی تاڑ جاتے ہین -

اسکا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو بہت سے لوگ آپ کو دیکھنے آئے ایک یہودی بھی آیا اور اس سے جب لوگون نے پوچھا تو اس نے یہی کہا کہ یہ منہ تو جھوٹون کا نہین ہے -

اور مقتصد لوگ وہ ہوتے ہین - جو دلایل اور معجزات کے محتاج ہوتے ہین اور تیسری قسم ظالمین کی ہے جو سختی سے مانتے ہین جیسے موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ مین کبھی طاعون سے اور کبھی زلزلے سے ہلاک ہوئے اور دوسرون کے لیے عبرت کا موجب ہوئے یہ ایک قسم کا جبر ہے جو اس تیسری قسم کے لیے خدا تعالےٰ نے رکھا ہوا ہے اور سلسلہ نبوت مین یہ لازمی طور پہ پایا جاتا ہے -

ماٰمور من اللہ کی دعاؤن کا کل جہان پر اثر ہوتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک باریک قانون ہے جسکو ہر ایک شخص نہین سمجھ سکتا جن لوگون نے شفیع کے مسئلہ سے انکار کیا ہے انہون نے سخت غلطی کھائی ہے شفیع کو قانون قدرت چاہتا ہے اسکو ایک تعلق شدید خدا تعالےٰ سے ہوتا ہے اور دوسرا مخلوق سے - مخلوق کی ہمدردی اس مین اسقدر ہوتی ہے کہ یون کہنا چاہیئے کہ اسکے قلب کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہمدردی کے لیئے جلد متاثر ہو جاتا ہے اِسلیئے وہ خدا سے لیتا ہے اور اپنی عقد ہمت اور توجہ سے مخلوق کو پہونچاتا ہے اور اپنا اثر اسپر ڈالتا ہے اور یہی شفاعت ہے -

انسان کی دعا اور توجہ کے ساتھ

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے پیارے دوست نواب محمد علیخان صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا۔ جسکو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف حرف پڑھا میری نظر میں طلب ثبوت اور استکشاف حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ورطہ مذبذبات سے نجات پانے کے لیے حل مشکلات چاہتے ہیں لہذا یہ عاجز آپکے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہے جس سے آپکی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے۔

اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ میں نے مباہلہ سے قطعی طور پر انکار نہیں کیا اگر امر متنازعہ فیہ میں قرآن اور حدیث کی رو سے مباہلہ جائز ہو تو میں سب سے پہلے مباہلہ کے لیے کھڑا ہوں لیکن ایسی صورت میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں جبکہ فریقین کا یہ خیال ہو کہ فلاں مسئلہ میں کسی فریق کی اجتہادی فہم یا سمجھ کی غلطی ہے۔ کسی کی طرف سے عمداً افترا یا دروغ باقی نہیں کیونکہ اگر مجرد ایسے اختلافات میں جو قطع نظر مصیب یا مخطی ہونے کے صحت نیت اور اخلاص اور صدق قدم پر مبنی ہیں مباہلہ جائز ہوتا اور خدا تعالےٰ ہر یک جزئی اختلاف کی وجہ سے مخطی پر عند المباہلہ عذاب نازل کرتا تو آج تک تمام اسلام کا روئے زمین سے خاتمہ ہو جاتا کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مباہلہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ جو فریق حق پر نہیں اس پر عذاب نازل ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اجتہادی امور میں مثلاً کسی جزئی میں حنفی حق پر ہیں اور کسی میں شافعی حق پر اور کسی میں اہل حدیث اب جبکہ فرض کیا جائے کہ سب فرقے اسلام کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کریں اور خدا تعالےٰ اس پر جو حق پر نہیں عذاب نازل کرے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی اپنی خطا کی وجہ سے تمام فرقے اسلام کے روئے زمین سے نابود کیے جائیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس امر کے تجویز کرنے سے اسلام کا استیصال تجویز کرنا پڑتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک جو حامی اسلام اور مسلمین ہے کیونکر جائز ہوگا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر اسکے نزدیک جزئی اختلافات کیوجہ سے مباہلہ جائز ہوتا تو وہ ہمیں یہ تعلیم نہ دیتا کہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا یعنے اے خدا ہماری خطا معاف کر اور ہمارے بھائیوں کی خطا بھی عفو فرما بلکہ مصیب اور مخطی کا تصفیہ مباہلہ پر چھوڑتا اور ہمیں ہر یک جزئی اختلاف کی وجہ سے مباہلہ کی رغبت دیتا لیکن ہرگز ایسا نہیں اگر اس امت کے باہمی اختلافات کا عذاب سے فیصلہ ہونا ضروری ہے تو پھر تمام مسلمانوں کے ہلاک کرنے کے لیے دشمنوں کی نظر میں اس سے بہتر کوئی حکمت نہیں ہوگی کہ ان کا تمام جزئیات مختلفہ میں مباہلہ کرایا جائے تا ایک ہی مرتبہ سب مسلمانوں پر قیامت آجائے کیونکہ کوئی فرقہ کسی خطا کیوجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ اور کوئی فرقہ کسی خطا کے سبب سے مورد عذاب و ہلاکت ہوگا وجہ یہ کہ جزئی خطا سے تو کوئی فرقہ بھی خالی نہیں۔

اب میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس صورت میں مباہلہ جائز ہے سو واضح رہے کہ صرف دو صورت میں مباہلہ جائز ہے۔

(۱) اول اس کافر کے ساتھ جو یہ دعوی رکھتا ہو جو مجھے یقیناً معلوم ہے جو اسلام حق پر نہیں اور جو کچھ غیر اللہ کی نسبت خدائی کی صفتیں میں مانتا ہوں وہ یقینی امر ہے۔

(۲) دوم اس ظالم کے ساتھ جو ایک بیجا تہمت کسی پر لگا کر اسکو ذلیل کرنا چاہتا ہے مثلاً ایک مستورہ کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے کیونکہ میں نے بچشم خود اسکو زنا کرتے دیکھا ہے یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خوار ہے کیونکہ میں نے بچشم خود اسکو شراب پیتے دیکھا ہے۔ سو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں بلکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بنا رکھکر ایک مومن بھائی کو ذلت پہونچانا چاہتا ہے جیسے مولوی اسماعیل صاحب نے کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ یہ میرے ایک دوست کی چشم دید بات ہے کہ مرزا غلام احمد یعنے یہ عاجز پوشیدہ طور پر آلات نجوم اپنے پاس رکھتا ہے اور انہیں کے ذریعہ سے کچھ کچھ آیندہ کی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو کہدیتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے سو مولوی اسماعیل صاحب نے کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا تھا بلکہ اس عاجز کی دیانت اور صدق پر ایک تہمت لگائی تھی جس کی اپنے ایک دوست کے رویت پر بنا رکھی تھی لیکن اگر بنا صرف اجتہاد پر ہو اور اجتہادی طور پر کوئی شخص کسی مومن کو کافر کہے یا ملحد نام رکھے تو یہ کوئی تہمت نہیں بلکہ جہانتک اس کی سمجھ اور اسکا علم تھا اسکے موافق اسنے فتوے دیا ہے غرض مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو

* یہ خط ۱۸۹۱ء کا ہے جبکہ ازالہ طبع ہو رہا تھا گو خط پر تاریخ درج نہیں مگر ازالہ کی طبع کا حوالہ اس سنہ ۱۸۹۱ء کا پتہ دیتا ہے۔ (ایڈیٹر)

مفتری اور زانی وغیرہ قرار دیتے ہین پس ما نحن فیہ مین مباہلہ اسوقت جایز ہوگا کہ جب فریق مخالف یہ اشتہار دین کہ ہم اس مدعی کو اپنی نظر مین اس قسم کا مخطی نہین سمجھتے کہ جیسے اسلام کے فرقون مین مصیب بھی ہوتے ہین اور مخطی بھی اور بعض فرقے بعض سے اختلاف رکھتے ہین بلکہ ہم بیقین کلی سے اس شخص کو مفتری جانتے ہین اور ہم اس بات کے محتاج نہین کہ یہ کہین کہ امر متنازعہ فیہ کی اصل حقیقت خدا تعالیٰ جانتا ہے بلکہ یقیناً اس پیشگوئی کی سب اصل حقیقت ہمین معلوم ہو چکی ہے اگر یہ لوگ اسقدر اقرار کر دین تو پھر کچھ ضرورت نہین کہ علماء کا مشورہ اس مین لیا جائے وہ مشورہ نقصان علم کیوجہ سے طلب نہین کیا گیا صرف اتمام حجت کیوجہ سے طلب کیا گیا سو اگر یہ مدعیان ایسا اقرار کر دین کہ جو اوپر بیان ہو چکا ہے تو پھر کچھ حاجت نہین کہ علماء سے فتوے پوچھا جائے یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص آپ ہی یقین نہین کرتا وہ مباہلہ کس بنا پر کرنا چاہتا ہے مباہل کا منصب یہ ہے کہ اپنے دعوے مین یقین ظاہر کرے صرف ظن اور شبہ پر بنا نہ ہو۔ مباہل کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ اس امر کے بارے مین خدا تعالے کو معلوم ہے وہی مجھکو یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے تب مباہلہ کی بنیاد پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی بات ہے کہ مباہلہ سے پہلے شخص مبلغ کا وعظ بھی سن لینا ضروری امر ہے یعنے جو شخص خدا تعالے سے مامور ہو کر آیا ہے اسے لازم ہے کہ اول دلایل بینہ سے اشخاص منکرین کو اپنے دعوے کی صداقت سمجھا دے اور اپنے صدق کی علامتین انپر ظاہر کرے پھر اگر اسکے بیانات کو سنکر اشخاص منکرین باز نہ آوین اور کہین کہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ تو مفتری ہے تو آخر الحیل مباہلہ ہے یہ نہین کہ ابھی نہ کچھ سمجھا نہ بوجھا نہ کچھ سنا پہلے مباہلہ ہی لے بیٹھے۔

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مباہلہ کی درخواست کی تو وہ اسوقت کی تھی کہ جب کئی برس قرآن شریف نازل ہو کر کامل طور پر تبلیغ ہو چکی تھی مگر یہ عاجز کئی برس نہین چاہتا صرف یہ چاہتا ہے کہ ایک مجلس علماء کی جمع ہو اور ان مین وہ لوگ بھی حاضر ہون جو مباہلہ کی درخواست کرتے ہین پہلے یہ عاجز انبیاء کے طریق پر شرط نصیحت بجالاوے اور صاف صاف بیان سے اپنا حق پر ہونا ظاہر کرے جب اس وعظ سے فراغت ہو جائے تو درخواست کنندہ مباہلہ اٹھکر یہ کہے کہ وعظ مین نے سن لیا مگر مین اب بھی یقیناً جانتا ہون کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے اور اس یقین مین شک اور شبہ کو راہ نہین بلکہ رویت کی طرح قطعی ہے ایسا ہی مجھے اس بات پر بھی یقین ہے کہ جو کچھ مین نے سمجھا ہے وہ ایسا شک و شبہ سے منزہ ہے کہ جیسے رویت۔

تب اسکے بعد مباہلہ شروع ہو۔ مباہلہ سے پہلے کسی قدر مناظرہ ضروری ہوتا ہے تا حجت پوری ہو جائے کبھی سنا نہین گیا کہ کسی نبی نے ابھی تبلیغ نہین کی اور مباہلہ پہلے ہی شروع ہو گیا غرض اس عاجز کو مباہلہ سے ہرگز انکار نہین مگر اسی طریق سے جو اللہ تعالے نے اسکو پسند کیا ہے مباہلہ کی بنا یقین پر ہوتی ہے نہ اجتہادی خطا و ثواب پر جب مباہلہ سے غرض تائید دین ہے تو کیونکر پہلا قدم ہی دین کے مخالف رکھا جائے۔ یہ عاجز انشاء اللہ ایک ہفتہ تک ازالہ اوہام کے اوراق مطبوعہ آپ کے لیئے طلب کرے گا مگر شرط یہ ہے کہ ابھی آپ کسی پر انکو ظاہر نہ کرین اس کا مضمون اب تک امانت رہے اگرچہ بعض مقامات شاید ابھی تک طبع نہین ہوئے اور یکجائی طور پر دیکھنا بہتر ہوتا ہے تا خدانخواستہ قبل از وقت طبیعت سیر نہ ہو جائے مگر آپکے اصرار سے آپ کے لیئے طلب کرونگا چونکہ میر اتو کر جسکے اہتمام اور حفاظت مین یہ کاغذات ہین اس جگہ سے تین چار روز تک امرتسر جائے گا اِس لیئے ہفتہ یا عشرہ تک یہ کاغذات آپ کی خدمتین پہونچین گے آپکے لیئے ملاقات کرنا ضروری ہے ورنہ تحریر کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً استکشاف کرنا چاہیئے۔

یسوع مسیح مرقومہ بشپ صاحب لاہور

پر ریویو

نمبر چہارم

سلسلہ کیلئے دیکھو نمبر ۹ جلد ۶

پس جبکہ یسوع کی تعلیم ایسی ناقص اور ادھوری ہے تو یہ ایک ظاہر بات ہے کہ وہ انسان کو غفلت کی موت مین مبتلا کر دے گی کیونکہ جس حال مین شریعت کا نام ہی لعنت قرار دیا گیا ہے پھر وہ کون دانشمند انجیل کا ماننے والا ہوگا جو اس لعنت کو اٹھانے کے لیے تیار ہوگا۔

پھر اس غفلت کی موت کا باعث شریعت کو لعنت قرار دینا ہی نہین ہے اور انجیل کی ناقص اور ادھوری بے معنی تعلیم ہی اس کا موجب نہین بلکہ وہ اصول اور بھی غفلت کے پیدا کرنے والا اور انسانی قوتون کو ہلاک کرنے والا ہے جسکا نام پادریون کی اصطلاح مین یا انجیل کے محاورہ مین کفارہ اور

فدیہ ہے۔

اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب دنیا مین گناہ حد سے بڑھ گیا تو خدا تعالےٰ کو اس گناہ کے انسداد اور گنہگارون کی نجات کی بجز اس کے اور کوئی سبیل نظر نہ آئی کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب کی لعنتی موت کا نشانہ بناوے اور اس طرح دنیا کو نجات دے چنانچہ یسوع مسیح مصلوب ہو کر دنیا کو چھڑانے کے لیے ملعون ہوا۔

اس مسئلہ نے عیسائی قومون پر جسقدر برا اثر ڈالا ہے ہم اسپر مفصل بحث کرنیکی اسوقت چندان ضرورت نہین سمجھتے کیونکہ کفارہ کے مسئلہ کو مان کر ایک انسان جسقدر دلیر ہو سکتا ہے وہ عام بات ہے اور علاوہ برین اسکے اثر کے نمونے اور نتیجے موجود ہین۔

ان ممالک مین جہان صلیب کی پرستش کرنے کا فخر سلاطین کو ہے جو کچھ اخلاقی اور معاشرتی حالت ہے وہ دنیا سے مخفی نہین ام الخبائث اور ام الجرائم شراب کی جسقدر کثرت ہے۔ وہ طشت از بام فسق و فجور اور اسکے محرکات مین جسقدر سرگرمی ہے وہ ظاہر ہے پھر ہم کیونکر یہ امر تسلیم کر لین کہ اس اصول نے کوئی زندگی قوم کو عطا کی ہے۔

گناہ کی حالت پر موت اس اصول کو ماننے کبھی آسکتی نہین کیونکہ گناہ کو یسوع کے مصلوب ہو کر ملعون ہونیسے کوئی تعلق نہین اور قانون قدرت مین اس کی کوئی نظیر موجود نہین۔ کبھی دیکھا نہین کہ کسی کے سردرد پر دوسرے نے اپنا سر پتھر سے پھوڑ ڈالا ہو اور سر درد والے کو شفا ہو گئی ہو۔ پس کفارہ سے گناہ پر موت نہ آئی بلکہ یہ گناہ کی زندگی کا موجب ہو گیا اسلیئے یہ گناہ کی موت بھی عیسائیون پر آئی ہوئی ہے۔

پھر شرک اور کفر کی موت تو بجائے خود عیان ہے جب کہ ایک خدا کو چھوڑ کر تین خدا تجویز کیئے جاتے ہین۔

ان سب امور پر یکجائی نظر کرنے کیبعد ہم صاف اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ بشپ صاحب نے انجیل سے جو آیات یسوع مسیح کی خصوصیت کے اثبات کے لیئے اقتباس کی ہین وہ اسکی دوسری آیتون اور واقعات صحیحہ اور دلایل کی بنا پر اس خصوصیت کی مبطل ہین اور ہرگز ہرگز وہ انکا دعوی قابل پذیرائی نہین ہو سکتا جسپر بشپ صاحب کو ناز ہے۔

پھر بشپ صاحب نے اپنے کسی بزرگ کا خلاصہ پیش کیا ہے ہم چاہتے ہین کہ اسپر بھی ایک سرسری نظر ڈالین۔ چنانچہ وہ بزرگ فرماتے ہین۔ یسوع مسیح کے کلام مین شفاعت کی حقیقت کے متعلق ایسی خاص تعلیم پائی جاتی ہے جو باقی سب ہادیون کی تعلیم سے ممیز ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ اسنے دنیا پر ظاہر کیا وہ اس تمام مکاشفے کا موضوع بلکہ اسکا جامع اور اسکا لب لباب خود ہی تھا جس دین کی اسنے تعلیم دی وہ دین خود آپ ہی تھا اسنے نہ صرف اور نبیون کی طرح خدا کے بارے مین تعلیم دی بلکہ خود خدا ہی کو دنیا پر ظاہر کر دیا جو انسانی کلام اس نے انسانون مین رہ کر کیئے ان کے ذریعہ سے اسنے گویا خدا کی جملہ صفات کو حقیقی انسان کی صورت مین ظاہر کر دیا۔" یہ وہ خلاصہ ہے جو بشپ صاحب نے اپنے مضمون کے متعلق کسی بزرگ کا پیش کیا ہے اس خلاصہ مین چند امور قابل غور ہین جنپر ریویو کرنے کی ہم ضرورت محسوس کرتے ہین۔

اول۔ یسوع مسیح کی تعلیم شفاعت کے متعلق کیا ہے جو دوسرے نبیون اور ہادیون کی تعلیم سے ممیز ہے؟۔

دوم کیا یہ سچ ہے کہ یسوع مسیح خود ہی وہ دین تھا جس کی اس نے تعلیم دی؟

سوم۔ کیا یسوع نے جو کلام انسانون مین رہ کر کیئے وہ سچ مچ ایسے تھے کہ انپر خدائی صفات کا اطلاق ہم کر سکتے ہین؟

امر سوم کے ضمن مین ہم چاہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم تخلقوا باخلاق اللہ پر بھی ایک لطیف اور مختصر سی بحث کر جاتے مگر ہم ان امور کو اس ریویو کے دوسرے حصہ مین جس مین ہم انشاء اللہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ان دعاوی اور تعلیمات کا عموماً اور ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً تذکرہ کرینگے جو یسوع مسیح کے ان دعاوی سے کہین بڑھ کر اور فوق الفوق ہین جن کی بنا پر ہمارے خوش اعتقاد بشپ صاحب یسوع مسیح کو انسانیت کی حدود سے نکال کر خدا بنائے بغیر صبر نہین کر سکتے۔

بہر حال

اس بزرگ کے خلاصہ کی تثلیث وہی ہے جو ہم نے اوپر پیش کر دی ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان امور ثلاثہ کے متعلق ہم ہر ایک امر کو لیکر غائر نظر سے اسپر ریویو کرین +

(باقی پانچوین نمبر مین)

فٹ نوٹ۔ اس ریویو کا سلسلہ اگلی اشاعتون مین ہم انشاء اللہ العزیز مسلسل لکھنا چاہتے ہین یہ ریویو سردست بشپ صاحب ہی کے مضمون پر ہے لیکن ہم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے امید کرتے ہین کہ رسالہ ترقی کے مذہبی حصہ پر انشاء اللہ پورا ریویو کیا جاویگا جس کے تین نمبر ہمارے دفتر مین موصول ہو چکے ہین

(ایڈیٹر)